# سوئس گائے اور پاکستانی بچے

تحریر: سہیل احمد لون

29 جولائی کو لندن میں میری گریجوائشن تقریب تھی۔ صحافت میں ولایتی ڈگری حاصل کرنے کے بعد اپنی کامیابی کا جشن منانے کے لیے فیملی کے ساتھ دو ہفتوں کیلئے سکاٹ لینڈ اور یورپ کے چند ممالک کی سیر کے لیے نکل گیا۔ یورپ میں اگر چھٹیاں منانے کا پروگرام بنے تو بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ قدرتی نظاروں سے بھرپور خطہ جسے دنیا کی جنت بھی کہتے ہیں بندہ سوئٹزرلینڈ نہ جائے۔ ہم نے بھی چند دن سوئٹزرلینڈ کی حسین وادیوں میں گزارے۔ زیورخ سے تقریباً آدھے گھنٹے کی مسافت پر ایک چھوٹے سے قصبے میں جو چاروں اطراف سے سبز پہاڑیوں میں گھرا ہوا تھا ہم نے ایک ہوٹل میں قیام کیا۔ سوئٹزرلینڈ کی حسین وادیوں میں پریاں تو رقص کرتی کہیں دکھائی نہ دیں مگر صحت مند گائے سرسبز وادیوں میں ایسی نے نیازی سے گھوم پھر رہی تھیں کہ لفظِ بے نیازی اپنے مکمل معنی ومفہوم کے ساتھ مجسم شکل میں میری آنکھوں کے سامنے تھا، کبھی کبھار گردن ہلانے پر ان کے گلے میں بندھی ہوئی گھنٹی ایک سحر انگیز موسیقی پیدا کرتی تو یوں محسوس ہوتا کہ کسی جھرنے سے ایک خاص ردم کے ساتھ قطر قطر برآمد ہونے والے پانی جلترنگ بجارہا ہے ۔ مجھے ان حسین وادیوں میں طلوع آفتاب کا منظر دیکھنے کا بہت شوق تھا لہذا صبح سویرے ہوٹل کے سامنے سرسبزو شاداب وادی میں چلا گیا جہاں بہت سی گائیں ایسے ٹہل رہیں تھیں جیسے انارکلی بازار میں خوفزدہ کردینے والے بیوی کے ساتھ لاہور کے انارکلی بازار میں باادب شوہر چلتا ہے۔ اس چراہ گاہ میں درجنوں گائے تھیں جو صبح سویرے شبنمی گھاس پر مارننگ واک میں مصروف تھیں۔ کچھ فاصلے پر ایک فارم ہاؤس بھی نظر آرہا تھا جہاں وقفے وقفے سے ان گائیوں کا آنا جانا لگا ہوا تھا۔ مجھے ذرا تجسس ہوا تو میں ایک گائے جو اس فارم ہاؤس کی طرف جارہی تھی کے پیچھے ہولیا۔ فارم ہاؤس بہت بڑا تھا جس دوروازے سے داخل ہوکر گائے ایک بڑے سے کمرے کے سامنے جاکر کھڑی ہوئی وہاں پر ایک گائے پہلے سے موجود تھی۔ جب میں نے کمرے کے اندر دیکھا تو ایک گائے مخصوص جگہ پر خاص انداز سے کھڑی تھی جہاں مشین کے ذریعے دودھ دودھایا جارہا تھا۔ جب وہ فارغ ہوئی تو دروازے پر اپنی باری کا انتظار کرتی ہوئی خراماں خراماں چلتی مشین کے پاس چلی گئی جہاں اس کا دودھ دوہنے کا عمل شروع ہوگیا۔ کافی دیر تک وہاں کھڑا رہا تو ان سوئس گائے کے نظم وضبط سے بہت متاثر ہوا۔ جس گائے کو بھی دودھ دینے کی حاجت ہوتی وہ اس مشین والے کمرے کے سامنے کھڑی ہوکر اپنی باری کا انتظار کرتی اور اپنی باری آنے پر دودھ دے کرپاتو کھلے میدان میں واپس چلی جاتی یا فارم ہاؤس میں بنے ہوئے چھوٹے چھوٹے کمروں کی طرف روانہ ہوجاتی۔ ایک بڑے ہال کمرے میں آٹومیٹک پلانٹ کے ذریعے ہر گائے کے لیے مختص جگہ پر چارہ پہنچ جاتا۔ ایک کمرے میں سٹیل کا بڑا سا کنٹینر تھا جس میں پائپ لائن کے ذریعے دودھ آرہا تھا۔ ایک کمرے میں پانی اور برشوں والا پلانٹ لگا تھا اگر کوئی گائے اپنے آپکو صاف کرنا چاہے تو وہ مخصوص جگہ کھڑی ہوجاتی جس کے بعد برش چلنا شروع ہو جاتے اور اُن پر برسنے والا پانی اُن کے ذوق غسل کی تسکین کردیتا۔ اس سے ملتے جلتے پلانٹ کار دھونے والے بھی ہوتے ہیں۔ یہ ایک فارم ہاؤس نہیں تھا بلکہ آٹھ دس فارم ہاؤس ساتھ ساتھ تھے۔ ہر فارم ہاؤس نے اپنی گائیوں کو زمین میں لکڑی کے تقریباً چار چار فٹ ڈنڈے

گاڑ کران کو نائلون کی تار سے باندھ کر ایک حد بندھی کی تھی اور مجال ہے کہ کوئی گائے اپنی حد سے باہر چلی جائے۔ تعجب تھا کہ کوئی انسان وہاں موجود نہیں تھا مگر ہر گائے کسی سگھڑ بہو کی طرح اپنا اپنا کام بڑی مہارت سے کر رہی تھی۔ میں نے چار فارم ہاؤسز کا چکر لگا لیا مگر کوئی انسان نظر نہ آیا۔ آخر ایک کار کو فارم ہاؤسز کی جانب آتے دیکھا جس میں ایک سوئس نوجوان تھا میں نے اسے اپنا اتعارف کروایا جرمنی میں بارہ برس رہنے کی وجہ سے ڈوئچ زبان آتی تھی اس لیے آپس میں بات چیت کرنے میں کوئی دشواری نہ ہوئی۔ اس نے اپنا نام کارلس سمیک بتایا وہ اس فارم ہاؤس کا ملازم تھا اور دن میں ایک یا دو مرتبہ چکر لگاتا تھا۔ اس نے بتایا کہ دفتر میں لگے ہوئے کمپیوٹر میں ہر گائے کا ریکارڈ موجود ہے، جب کوئی گائے دودھ دیتی ہے تو کمپیوٹر میں اس کا ریکارڈ آ جاتا ہے کہ کونسی گائے نے کتنا دودھ دیا، ہر گائے اپنی ٹرے سے چارہ کھاتی ہے جس سے ان کے کھانے کا ریکارڈ بھی کمپیوٹر میں آ جاتا ہے۔ ہر گائے کے کانوں پر الیکٹرانک چپ لگی تھی جس سے کمپیوٹر پہچان لیتا تھا۔ میں نے جب اس سے پوچھا کہ کبھی کوئی گائے اغواء یا گم ہوئی ہو تو اس نے کہا کہ کبھی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا۔ گائے کے کانوں پر لگی الیکٹرانک چپ سے ان کی لوکیشن ٹریش کرنا بھی آسان کام تھا۔ اس کے فارم ہاؤس پر تقریباً تین درجن گائے تھیں جن کو وہ اکیلا ہی سنبھالتا تھا۔ کارسن سمیک نے بتایا کہ وہ تین سے چار گھنٹے فارم ہاؤس پر گزارتا ہے جس میں مشین میں چارہ لوڈ کرنا، دودھ والا کنٹینر شام کو تبدیل کرنا اور کمپیوٹر پر ڈیٹا دیکھنا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ تمام کام گائے خود کرتی ہیں۔ ہم اکثر کسی سیدھے سادھے شخص کو اللہ میاں کی گائے کہہ دیتے ہیں مگر سوئس گائے دیکھ کر یہ محسوس ہوا کہ گائے اتنی بھی سیدھی سادھی نہیں ہوتی۔ جتنی نظم وضبط کے ساتھ گائے کو لائن میں لگ کر اپنی باری کا انتظار کر کے دودھ دیتے سوئس میں دیکھا اپنے وطن میں ہم اتنے نظم وضبط کے ساتھ ووٹ بھی نہیں دیتے۔ چارہ کھانے میں بھی سوئس گائے شاہانہ آداب کی مالک ہے۔ مفت کی روٹی چاہے کسی شادی کے فنکشن پر کھلے یا کسی سیاسی جماعت کی تقریب میں، کھانے پر لوگ ایسے ٹوٹ کر پڑتے ہیں کہ جانور بھی انسان کو اشرف المخلوقات کہنے پر حیران ضرور ہوتے ہونگے۔ کھلے آسمان تلے یا کھلے دروازوں میں رہنے والی سوئس گائیوں کو کسی اغواء کار سے کوئی خطرہ نہیں جبکہ ہمارے ملک میں قوم کا مستقبل بچے محفوظ نہیں۔ جس ملک میں ریاستی ادارے اپنے فرائض ادا کر رہے ہوں وہاں انسان ہی نہیں بلکہ جانور بھی اپنے آپ کو محفوظ تصور کرتے ہیں مگر جس ملک میں حکمران اپنی سیکورٹی پر سالانہ اربوں روپے خرچ کر دیتے ہیں وہاں عام آدمی کی کیا حالت ہوگی اور پھر وہاں کی گائیں بھینس بھی غیر محفوظ ہی تصور کی جائیں گی اور غیر محفوظ کوئی بھی ہو غیر محفوظ ہونے کا احساس ہر جاندار کی کارکردگی کو متاثر کرتا ہے جیسا کہ آج کل ہمارے ملک میں بچوں کے اغواء کے حوالے سے ہونے والے واقعات نے خوف و ہراس پھیلا رکھا ہے۔ سوئیزلینڈ آ کر مجھے یہاں کی مہذب گائیں دیکھنے کہ بعد یہ احساس شدت سے ہوا کاش ہم پاکستان میں بچے پیدا کرنے کے بجائے سوئیز لینڈ میں گائیں اور کٹے پیدا کر لیتے' کم از کم اُن کے اغوا ہونے کے بعد بدترین کرب واذیت سے تو نہ گزرنا پڑتا۔ مگر سوال یہ ہے کہ ہم انسان ہیں اور انسان کے بچے ہی پیدا کر سکتے ہیں تو کیا ہمارے بچوں کو بھی کبھی سوئس گائے کی طرح تحفظ کا احساس ہو سکے گا؟

تحریر: سہیل احمد لون